بِسمِ اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

ماہنامہ جرمنی

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

جلد نمبر۔12 مدیر۔نعیم احمد نیرّ کتابت و ڈیزائننگ؛رشید الدین، ماہ،فتح 1386 ہجری شمسی، بمطابق۔دسمبر 2007ء شمارہ نمبر۔13

احکامِ خداوندی

اور وہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔

ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں، نہ ہی ان کے آباء و اجداد کو تھا۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے۔ وہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

پس کیا تُو شدتِ غم کے باعث اُن کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔

یقیناً ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اس کے لئے زینت کے طور پر بنایا ہے تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون بہترین عمل کرنے والا ہے۔

(سورت الکھف، آیت ۵تا۸ ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حدیث حضرت خاتم النّبیّن ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”عیسیٰؑ اتریں گے خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے یعنی عیسائیت کا اِبطال کریں گے انکی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔ وہ مال دیں گے لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا، خراج ختم کر دیں گے۔ الروحاء نامی مقام پر اتریں گے اور وہاں سے حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے۔ (یعنی آپ کا مقصدِ بعثت اور قبلہءتوجہ، کعبہ کی عظمت اور اسکی حفاظت ہوگا) (مسند احمد صفحہ ۲۹۰:۲ مصری)

حقائق الفرقان از حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ترقی کے واسطے بہت سے سامان بآسانی مہیا کر دئے ہیں۔ یہ دیکھو خدا تعالیٰ کا مامور (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ مرتّب) ہمارے سامنے موجود ہے۔ اور خود اس مجلس میں موجود ہے۔ ہم اس کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرے کو دیکھ سکتے۔ پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی۔ اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے۔ پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ عجیب در عجیب تحریکیں دنیا میں زور شور کے ساتھ ہو رہی ہیں اور ایک ہل چل مچ رہی ہے۔ عربی زبان دنیا میں خاص طور پر ترقی کر رہی ہے۔ کتابیں کثرت سے شائع ہو رہی ہیں۔ وہ عیسائیت کی عمارت جس کو ہاتھ لگانے سے خود ہماری ابتدائی عمر کے زمانہ میں لوگ خوف کھاتے تھے۔ **آج خود عیسائی قومیں اس مذہب کے عقائد سے متنفّر ہو کر اس کے برخلاف کوشش میں ایسے سرگرم ہیں** کہ یُخرّبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ کے مصداق بن رہے ہیں۔ اور شرک کے ناپاک عقائد سے بھاگ کر ان پاک اصولوں کی طرف اپنا رُخ کر رہے ہیں۔ جن کے قائم کرنے کے واسطے آنحضرت ﷺ دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ سب واقعات قرآن شریف کی اس پیشگوئی کی صداقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ تحقیق ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ جیسا کہ الفاظ کی حفاظت یاد کرنے والوں اور لکھنے کے ذریعہ سے ہوئی۔ ویسے ہی معانی کی حفاظت مجدّدوں کے ذریعہ سے ہوئی اور ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ موجود ہے مگر خوش قسمت وہی ہے جو ان باتوں سے فائدہ اُٹھائے۔ جذباتِ نفس پر قابو رکھ کر خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے۔

(بدر ۱۳ دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۶)

ارشادات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

تثلیث کا عقیدہ بھی ایک عجیب عقیدہ ہے۔ کیا کسی نے سنا ہے کہ مستقل طور پر اور کامل طور پر تین بھی ہوں اور ایک بھی ہو۔ اور ایک بھی کامل خدا اور تین بھی کامل خدا ہو۔ عیسائی مذہب بھی عجیب مذہب ہے کہ ہر ایک بات میں غلطی اور ہر ایک امر میں لغزش ہے۔ اور پھر باوجود ان تمام تاریکیوں کے آئندہ زمانہ کے لئے وحی اور الہام پر مہر لگ گئی ہے۔ اور اب ان تمام اناجیل کی غلطیوں کا فیصلہ حسب اعتقاد عیسائیوں کے وحی جدید کی رُو سے تو غیر ممکن ہے کیونکہ اُن کے عقیدہ کے موافق اب وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اب تمام مدار صرف اپنی اپنی رائے پر ہے جو جہالت اور تاریکی سے مبرّا نہیں۔ اور ان کی انجیلیں اسقدر بیہودگیوں کا مجموعہ ہیں جو ان کا شمار کرنا غیر ممکن ہے۔ مثلاً ایک عاجز انسان کو خدا بنانا اور دوسروں کے گناہوں کی سزا میں اس کیلئے صلیب تجویز کرنا اور تین دن تک اُس کو دوزخ میں بھیجنا۔ اور پھر ایک طرف خدا بنانا اور ایک طرف کمزوری اور دروغگوئی کی عادت کو اُسکی طرف منسوب کرنا۔

(چشمہءمسیحی، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۴۸)

خلاصہ سورت الکھف، بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب اس لئے اتاری ہے کہ پہلی کتب کی غلطیوں کو دُور کرے۔ اور خدا کا بیٹا بنانے والوں کو ڈراوے۔ ان لوگوں کو بہت کچھ ترقی ملے گی اور وہ اسلام سے بہت کچھ تنفّر کریں گے۔ لیکن ان کی ابتداء اس قسم کی نہ تھی جس قسم کی انتہا ہوگی۔ ابتداء میں یہ لوگ نہایت کمزور تھے اور ان کو بہت سخت تکالیف دی جاتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان کو مصائب سے بچایا اور ترقی کا راستہ دکھایا۔ مگر وہ ترقی حاصل کر کے شرک میں مبتلا ہو گئے اور بجائے دین کی طرف جھکنے کے دنیا کی طرف جھک گئے۔ اور اسی میں مشغول ہو گئے۔ پس مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اس قوم کے حالات سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنی ترقّی کے زمانہ میں **تین مفاسد** سے بچیں۔ (۱)۔ عبادت میں سستی نہ ہو۔ (۲)۔ دنیوی اموال کی طرف حد سے زیادہ رغبت نہ ہو۔ (۳) عیش و عشرت کو اختیار نہ کریں۔ پھر فرمایا اس وقت مسلمان اور ان کے اہل کتاب بھائیوں کی مثال ایک دولت مند اور غریب بھائی کی طرح ہوگی۔ ایک بھائی تو دولت پر غرور کرے گا اور دوسرا خدا کی طرف توجہ کرے گا۔ آخر تکبّر کا سر نیچا ہوگا اور بغیر انسانی ذرائع کے ایسے سامان پیدا ہوں گے کہ دولت مند کی قوت زائل ہو جائے گی۔ پھر ان تفصیلات کو بیان کیا جو ان تغیرات کے متعلق حضرت موسیٰؑ کو پہلے سے بتا دی گئی تھیں اور اس سلسلہ میں یہ بتایا کہ حضرت موسیٰؑ کو اس اسراء میں بتا دیا گیا تھا ان کے سلسلہ کی ترقی ایک اور شخص کی ترقی کے بالمقابل بہت کم اور ادنیٰ ہوگی۔ اور وہ آنے والا ان تمام امور کی تکمیل کرے گا جن کو موسیٰؑ نہ کر سکیں گے۔ پس اسراء کی تعبیر کے مطابق مسیحی قوم کے زوال کے وقت اسلام کو فتح ہوگی۔ اور پھر اس فتح کے بعد کے حالات بیان فرماتا ہے کہ آخر ایک وقت مسلمان بھی دین کو بھول جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینے کے لئے پھر مسیحیوں کو ترقی دے گا اور یہ ان اقوام کے ذریعہ سے ہوگا جن کو کچھ زمانہ پہلے جنوبی اور مشرقی علاقوں کی طرف بڑھنے سے روک دیا گیا تھا۔ **اس وقت دنیا پر سخت تباہی آئے گی۔** اور سب اقوام دو بڑی نسلوں یا دو بڑے اصولوں کے تابع ہو جائیں گے۔ اور ظلم بڑھ جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ پھر ایسے سامان پیدا کرے گا کہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا جائے گا۔ اور اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اس سیلاب کو روکنے میں پھر اس قوم کا حصّہ ہوگا جس نے ایک دفعہ پہلے یاجوج ماجوج کے سیاسی زور کو توڑا تھا۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ نمبر ۴۱۰)

سفرنامہ

پسِ دیوارِ برلن

محمد انیس دیالگڑھی

قسط پنجم

دوپہر کے کھانے کے بعد ہمیں میوزیم کی سیر کی دعوت دی گئی ۔ایک مقام پر بس روک کر ہمیں بتایا گیا کہ اس علاقے میں تین میوزیم قریب قریب ہی واقع ہیں ۔ ہم چاہیں تو تینوں میوزیم دیکھ سکتے ہیں اور چاہیں تو صرف ایک یا دو۔مگر شام کے کھانے کے بارے میں دوبارہ یاد دہانی کروائی گئی کہ ٹھیک ساڑھے چھ بجے ہوگا اور آج محترمہ وزیر صحت صاحبہ بنفسِ نفیس اس میں شامل ہوں گی ۔میرا تو بنفس انیس شامل ہونے کا پروگرام تھا ہی مگر ہم غریبوں کو کون پوچھتا ہے ۔میں اور طارق ارشد بس سے نکلے اور میوزیم کو باہر سے اس طرح دیکھا جیسے اسے سونگھ رہے ہوں کہ کون سے میوزیم میں جائیں ۔ادھر بوڑھے میوزیم تھا اور دوسرے دو میوزیم بھی قریب ہی واقع تھے ۔ ابھی ہم انتخاب نہ کر پائے تھے کہ چلتے چلتے اچانک ایک انڈین ریسٹورانٹ پر نظر پڑ گئی بس پھر کیا تھا قدم بے اختیار اُدھر اٹھ کھڑے ہوئے کہ تین دنوں سے چائے نہیں پی تھی۔ ریسٹورانٹ کے اندر گئے تو اس کے مالک سردار جی نے روایتی خوش دلی سے استقبال کیا اور چائے کے ساتھ پکوڑے بھی میز پر چُن دیئے گرم گرم پکوڑے چائے کی مسحور کن خوشبو اور سردار جی کی چٹ پٹی باتوں نے وہ عجائبات دکھانے کے عجائب گھروں کا پروگرام یکدم ذہن سے نکل گیا ہوش اُس وقت آئی جب شام کے کھانے کا وقت قریب آ گیا ۔چنانچہ بھاگم بھاگ بس کے پاس پہنچے مگر کچھ یار لوگ ہم سے بھی سست واقع ہوئے تھے یا پھر انکو بھی ان عجائب گھروں میں کوئی عجوبہ نظر نہ آیا تھا۔

’’قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جُز میں کُل
کھیل بچوں کا ہوا ۔ دیدۂ بینا نہ ہوا‘‘

شام کا کھانا Cum Laude نامی ایک ریسٹورانٹ میں تھا۔ہمارے گروپ کے لیے علیحدہ ہال بُک تھا۔اندر گئے تو میز سلیقے سے لگے ہوئے ہی نہیں بلکہ سجے ہوئے تھے۔ایک طرف کھانوں کی کئی اقسام چُن دی گئی تھیں جسکو عرفِ عام میں بوفے کہتے ہیں۔ اسی طرح مشروبات بھی ۔ابھی ہم نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ اچانک محترمہ وزیر صحت صاحبہ تشریف لے آئیں ۔نہ کوئی شور نہ کوئی ہنگامہ نہ گاڑیوں کی آواز نہ سائرن کی ہو ہو۔صرف دو نوجوان مرد ساتھ تھے۔ اندر آتے ہی وہ دونوں ایک کونے کی میز پر بیٹھ گئے اور محترمہ وزیر صاحبہ باری باری سب میزوں پر جا کر خوش آمدید کہنے لگیں اور باتوں میں مصروف ہو گئیں۔ ہماری میز پر بھی آئیں اور طارق سے خاص شفقت کا سلوک کیا اور پھر میرے ساتھ مصروف گفتگو ہوئیں مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں میں نے بار بار شکریہ ادا کیا تو کہنے لگیں کہ اسقدر شکر گذار ہونے کی کیا وجہ ہے میں نے کہا ہم نے چار دنوں میں جو کچھ دیکھا ہے یہ سب کچھ ہم چار ماہ میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے چونکہ ہم آپکے پروگرام کے پابند تھے لہٰذا وقت کا درست استعمال کیا ورنہ اکیلے آتے تو صبح سے شام تک یاروں سے گپیں ہی ہانکتے رہتے ۔بہت محظوظ ہوئیں اور پھر کچھ عرصہ مجھ سے مصروف گفتگو رہیں ۔ طارق فوراً تصاویر بنانے میں مصروف ہو گیا اور اسکا فائدہ یہ ہوا کہ میری تصاویر زیادہ بن گئیں بعد میں محترمہ نے ہم دونوں کے ساتھ بطور خاص ایک تصویر بنائی جو ہم دونوں کے پاس موجود ہے۔ برلن کے دورے کے کچھ عرصہ بعد محترمہ طارق صاحب کی دوکان پر آئیں تو میرے بارے میں بھی دریافت کیا طارق نے اُسی وقت نمبر ملا کر محترمہ کو فون پکڑا دیا میں نے طارق کا فون سمجھ کر اٹھایا اور پنجابی میں حملہ آور ہوا پھر فوراً ہی ہوش آ گئی۔

کھانے کے دوران تمام وقت ہمارے ساتھ موجود رہیں نو بجے واپس تشریف لے گئیں۔ہم بھی فوراً نکل کھڑے ہوئے جاتے وقت بھی کوئی شور و غل نہیں ہوا اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ یہاں کوئی وفاقی وزیر آئی تھیں۔ ہمارے ہاں تو کوئی M.N.A اور کونسلر بھی ایسے آتے ہیں کہ گویا بھونچال سے پہلے ایک بھونچال آ رہا ہو۔ جاتے ہوئے محترمہ نے سب کو اونچی آواز میں الوداع کہا سب حاضرین نے بھی خدا حافظ کہا اسی شور میں کسی نے ایک فقرہ با آواز بلند کہا جس پر سب نے بے اختیار ایک زور دار قہقہہ لگایا اور خود وزیر محترمہ نے بھی زور دار قہقہہ لگایا۔فقرہ یہ تھا’’Bleiben Sie Gesund
Frau Gesundheits ministerin,‘‘

’’وزیر صحت صاحبہ۔خدا آپ کو صحت سے رکھے‘‘۔

یہ شام ہمارے دورے کی آخری شام تھی اور بعد دوپہر واپسی تھی۔ لہٰذا آج کی رات یار لوگ پھر جشن منانے نکل کھڑے ہوئے ویسے تو انکی ہر شب ہی شب برات ہوتی تھی اور تشنگی تھی کہ دور ہونے میں نہ آتی تھی ۔محترم راجہ یوسف صاحب کی مشہور نظم تشنگی میں بھی شاید اتنی تشنگی نہ ہو گی جتنی ہمارے بعض ہم سفر تشنہ لبوں میں تھی۔

چار سو پھیلی ہوئی کون و مکان تک تشنگی
تشنگی ہی تشنگی ۔حدِّ جہاں تک تشنگی
جب مقدّر رہو درِ مے خانہ پر دم توڑنا
کھینچ کر لاتی ہے مے کش کو وہاں تک تشنگی

اگلے روز صبح 10 بجے ’’برلن شارلوٹن برگ‘‘ (Charlottenburg) کے علاقے میں ایک نمائش Story of Berlin کے عنوان سے دیکھنے گئے ۔اس میں برلن کی پوری تاریخ بمع تصاویر محفوظ ہو گئی ہے۔ برلن کا آغاز ،شہری ترقی کے مختلف مراحل ، برلن کے عوام ، برلن کا کلچر ، برلن کی سیاست ، برلن کے مذاہب ، اور اسی طرح دونوں جنگوں کی تاریخ اور برلن کا کردار۔ برلن کے مذہب کے کمرے میں اسلام کا ذکر تھا اور یہ بھی

باقی صفحہ نمبر ۴ پر

نئی اور پُرانی نسل کی ذمہ داریاں

جہانگیر احمد

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک جان موت کا مزا چکھنے والی ہے۔یعنی انسان کو اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا خواہ اُس کی عمر سو سال سے زیادہ ہو یا کم ،آخر اُسے اس دُنیا سے رخصت ہونا ہے۔قوموں کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے جب کہ اس کی پرانی نسل آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے اور نئی نسل ان کی جگہ لے لیتی ہے۔کامیاب قوم وہی ہوتی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ اپنی صلاحیتوں کو نئی نسل میں منتقل کرتی جاتی ہے،اور اسے ترقی دیتی جاتی ہے۔

اس طرح قوم ترقی پذیر رہتی ہے۔ایسی قوم کی نئی نسل وقت کی اہمیت کو پہچانتی ہے اور اپنے آپ کو اس قابل بنا لیتی ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی خالی ہونے والی جگہوں کو با آسانی پُر کر سکے۔بہر حال یہ ارتقاء کو واقع ہونا ہے اور تدریجی تبدیلی ہونی ہے۔اس دورانیہ میں بہت احتیاط کے ساتھ پُرانی نسل کو اپنا کام نئی نسل کے سپرد کرتے چلا جانا چاہیئے ۔اسے تربیت بھی کہہ سکتے ہیں۔جب حال کا کام نئی نسل کے سپرد ہوتا چلا جائے گا تو پھر کہہ سکتے ہیں کہ اس قوم کا مستقبل محفوظ ہے۔

اس سلسلہ میں بعض ذمہ داریاں پرانی نسل پر بھی عائد ہوتی ہیں جو جرمنی کے معاشرہ کے بعض مثبت حقائق ہیں جن میں سچائی ایمانداری دیانت داری اور حقیقت پسندی اور محنت شامل ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض منفی پہلو بھی ہیں جن میں عریانیت جنسی بے راہ روی نشہ آور اشیا کا استعمال اور بے جا آزادی شامل ہے۔ پرانی نسل کو نئی نسل پر مثبت نکات کی اہمیت واضح کرنے کی ذمہ داری ہے جبکہ دوسری طرف منفی نکات کے نقصانات سے آگاہ کرنا پرانی نسل کے فرائض میں شامل ہے اسی طرح بہت سے ایسے معاملات ہیں جن سے نئی نسل کو آگاہ کرنا پرانی نسل کی ذمہ داری ہے۔احمدیت یعنی حقیقی اسلام جہاں والدین اور بزرگوں پر ذمہ داریاں عائد کرتا ہے وہاں نئی نسل کے لیے بھی کچھ تقاضے ہیں جن کو سمجھنا ضروری ہے جن میں ایک دوسرے کا احترام عزت و تکریم اور اسلامی عبادت ،اخلاقیات بھی ہیں اس کے علاوہ معاشرہ میں رہن سہن کے طور طریقے ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنا یہ سب چیزوں کو نئی نسل میں منتقل کرنا بھی پرانی نسل کی ذمہ داری میں شامل ہے ۔ بلکہ پرانی نسل احمدیت کے بارے میں جو بھی علم رکھتی ہے وہ بھی نئی نسل کو یاد کرانے کی ذمہ دار ہے۔خدا تعالیٰ کے فضل کرم سے جماعت احمدیہ کا ایک نظام ہے اور اس سلسلہ میں پرانی نئی نسل کو اس نظام کے بارہ میں بتائے بلکہ سمجھائے کہ جماعت احمدیہ کے نظام کی کلید اطاعت میں ہے۔نئی نسل کو اس کی اہمیت بتانا اور پھر اس پر عمل کروانا یہی دو پہلو ہیں جو ہمیشہ مدنظر ہونے چاہیں ۔اور نظام کی اطاعت میں جو برکات ہیں ان کی دل کی گہرائیوں سے قدر کرنی چاہیئے۔دنیا میں نظر دوڑا کر دیکھ لیں کہ کہیں کوئی ایسا نظام ہے ہی نہیں۔یہ صرف احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں آپ کو ملے گا۔خلافت کے ساتھ وابستگی اور اطاعتِ نظام کی برکات کے بارے میں نئی نسل کو آگاہ کرنا اور جماعتی کاموں کے تمام پہلوؤں سے آگاہ کرنا پرانی نسل کا کام ہے۔ جماعت احمدیہ کا نظام دیانتداری اور طوعی خدمت کرنے والوں کی اعلیٰ ترین مثال پیش کرتا ہے۔اس کے متعلق بھی نئی نسل کو روشناس کرانا اور اُن تمام امور میں بھرپور طریق سے شامل کرنا جو پرانی نسل کے لوگ کر رہے ہیں بے حد ضروری بلکہ لازمی ہے۔اور تمام جماعتی سرگرمیوں میں ان کی شمولیت ہونی بھی ایک اہم کام ہے جو ہر صورت میں کرنا ہے۔اسی طرح ذیلی تنظیمیں نئی نسل کو ساتھ شامل کریں اور احمدیت کی پرانی نسل کے ساتھ ساتھ نئی نسل پر بھی بعض ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جب تک نئی نسل ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرے گی کسی بھی امر کا بھرپور فائدہ نہیں ہوگا۔نئی نسل جب تک خود دلچسپی لے کر مذہبی تعلیم نہیں سیکھے گی تب تک اعلیٰ درجہ کی کامیابی ناممکن ہے۔**زندہ قومیں وہی ہوتی ہیں جو ہمیشہ اپنے ماضی کو پیشِ نظر رکھ کر مستقبل کا سوچتی ہیں۔** موجودہ نسل کو جرمن معاشرہ کے منفی پہلوؤں سے بچانے کا واحد اور یقینی عمل یہی ہے کہ نئی نسل کو منفی پہلوؤں سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ کے نظام کے مثبت پہلوؤں کے بارہ میں بتایا جائے تاکہ نئی نسل صرف معاشرے کی اچھی باتوں کو اپنائیں اور احمدیت کی حقیقت کا ان کو علم ہو تب یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی باگ ڈور نئی نسل کے مضبوط ہاتھوں میں محفوظ ہے۔

ایک بات ذہن میں ہمیشہ رہے کہ آپ اسلام احمدیت کے علمبردار ہیں اور اس مذہب کی ترویج میں آپ کا اپنا ذاتی کردار سب سے زیادہ طاقتور عنصر ہے۔اگر آپ کا ذاتی کردار درست اور مضبوط ہوگا تو غیر مسلم خود بخود آپ میں کشش محسوس کریں گے۔بڑوں کی عزت اور تکریم کریں۔یہ بات بھی مدنظر رہے کہ آپ کے بڑے ایک دوسرے خاص معاشرہ کی چھاپ لئے ہوئے ہیں لہٰذا ان سے میل ملاقات کرتے وقت ان امور میں ضرور غور کریں ۔جماعتی نظام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی از خود کوشش کریں۔جماعتی کاموں میں اپنے آپ کو از خود پیش کریں لیکن یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھیں کہ اطاعتِ نظام ہی میں برکت ہے اور عزتِ نفس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ ہمیشہ سچ بولیں سچی اور صاف بات کریں۔دیکھیں جس رغبت اور لگن سے آپ تعلیم ، کھیل اور

باقی صفحہ نمبر ۳ پر

جرمنی میں تبلیغ اسلام

مغربی جرمنی میں میرا پہلا دورِ تبلیغ

قسط سوم

(ازقلم فضل الٰہی انوری، سابق مبلغ سلسلہ)

یہوواہ عیسائی پادریوں کے ساتھ دلچسپ گفتگو

میرے پہلے دورِ تبلیغ کا ایک دلچسپ واقعہ یہوواہ عیسائی فرقہ کے منادوں کے ساتھ میری گفتگو ہے۔ قصبہ مارکٹ برائٹ (Marktbreit) سے ہماری ایک احمدی بہن مسز بدرالنساء صاحبہ، جو خواجہ مجید احمد صاحب (ابن خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم، سابق ایڈیٹر الفضل) کی بیگم تھیں، نے مجھے فون کیا کہ دو پادری ان کے گھر آتے ہیں اور بچوں سے عیسائیت کے بارے میں کچھ باتیں کرتے ہیں، اور کبھی کبھی ان کو کوئی چیز بھی دے جاتے ہیں۔ ان کے ابا عموماً گھر سے باہر ہوتے ہیں اور ہم ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ زبان کا بھی مسئلہ ہے ہم کیا کریں۔ میں نے انہیں کہا، اب آئیں تو کہہ دیں کہ دیکھو ہمارے بھی ایک مذہبی نگران ہیں جن کو ہم امام کہتے ہیں، وہ فرانکفرٹ میں رہتے ہیں ہم ان کو بلا لیتے ہیں آپ ان سے بات کرلیں پھر وہ ہمیں سمجھا دیں گے اور اس طرح ان سے ایک تاریخ طے کر کے مجھے اطلاع کردیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ایک تاریخ اور دن مقرر ہو گیا۔ میں ضروری کتابیں وغیرہ لے کر مقررہ دن وہاں پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو پادری صاحبان بھی آ گئے۔ علیک سلیک کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ سب سے پہلے مَیں نے اُن سے پوچھا کہ آپ گذشتہ انبیاء کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہنے لگے، وہ سچے تھے، راستباز تھے، خدا کا پیغام لے کر آئے اور لوگوں کو خدا کا راستہ دکھاتے رہے اور فوت ہو گئے۔ صرف یسوع مسیح ایسے ہیں جو فوت نہیں ہوئے اور واقعہ صلیب کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ میں نے کہا، ان کے زندہ یا فوت ہونے کی بات تو میں بعد میں ہوگی، پہلے یہ بتائیں کہ ان سب انبیاء کی اخلاقی حالت کیسی تھی۔ کیا وہ ایسی تھی جو دنیا کے لئے قابل تقلید ہو، کہنے لگے، ہاں۔ میں نے کہا، اچھا، بائیبل کے فلاں باب میں فلاں صفحے پر حضرت داوٗدؑ کے بارے میں پڑھو، کیا لکھا ہے۔ ان پادریوں میں سے ایک پڑھنے لگا۔ وہاں لکھا تھا کہ داوٗدؑ ایک عورت پر عاشق ہو گئے (نعوذ باللہ)۔ اس کے خاوند کو فوج میں بھیج کر کمانڈر کو حکم دیا کہ اسے سب سے اگلی صف میں رکھنا، تا کہ مارا جائے۔ جب وہ مارا گیا، تو اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ میں نے کہا، کیا آپ کے نزدیک یہی وہ اخلاق ہیں، جو وہ سکھانے آئے تھے۔ اس پر وہ دونوں پادری چونک پڑے اور کہنے لگے۔ دراصل کوئی نبی بھی گناہ سے پاک نہیں تھا، سوائے یسوع مسیح کے۔ میں نے کہا، گناہ کرنا اور بات ہے اور کسی کی بیوی پر ہاتھ ڈالنا صرف گناہ ہی نہیں بلکہ بدترین اخلاقی بدی ہے اور ایسی بدی کا ارتکاب کرنے والا عام انسانیت کے درجے سے بھی گرا ہوا ہے، کجا یہ کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ خدا کی طرف سے آیا ہے۔ اسی قسم کی چند اور باتیں بھی ہوئیں، جن سے وہ بوکھلا اُٹھے اور کتابیں بستے میں ڈالنے لگے۔ میں نے کہا، ابھی باتیں تو بہت سی ہیں لیکن صرف ایک بات اَور پوچھنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں اور خدا کی ایک کتاب قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر میں عیسائی ہونا چاہوں، تو آپ مجھے اس کے بدلہ میں کونسی کتاب دیں گے۔ وہ کہنے لگے: ''بائبل''۔ میں نے کہا، وہی بائیبل نا جس میں انبیاء پر اتنی خطرناک تہمتیں لگائی گئی ہیں۔ وہ پھر کچھ شرمندہ ہوئے۔ میں نے کہا، اچھا یہ بتاؤ کونسی بائیبل دو گے، وہ بائیبل جو تمہارے ہاتھ میں ہے یا وہ جو میرے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگے بائیبل ایک ہی ہے۔ خواہ ہمارے پاس والی ہو یا کوئی اَور ہو۔ میں نے کہا اچھا اگر یہ بات ہے، تو اپنی بائیبل سے انجیل متی باب ۲۴ کی آیت ۷ پڑھو۔ وہ پڑھنے لگا ''جنگوں پر جنگیں ہوں گی۔ جگہ جگہ قحط پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے''۔ یہ وہ علامتیں ہیں جو حضرت مسیحؑ نے اپنی آمدِ ثانی کی بتائی ہیں۔ میں نے ادھر اپنی بائیبل کھولی ہوئی تھی اور جب وہ بھونچال کا لفظ پڑھ کر رک گیا اور اگلی آیت پڑھنے لگا تو میں نے کہا، دیکھو تم ایک لفظ چھوڑ گئے ہو۔ اور وہ لفظ ہے: Pestilence (یعنی وبا) وہ چونکا اور کہنے لگا۔ یہ لفظ تو میری بائیبل میں نہیں ہے، میں نے کہا اسی لئے تو میں کہتا تھا کہ آپ کی بائیبل اَور ہے اور میری اَور ہے۔ میری بائیبل میں تو یہ لفظ لکھا ہوا ہے۔

اب وہ پادری لگا تاویلیں کرنے کہ دراصل یہ سب بائیبل کے تراجم ہیں۔ Pestilence یعنی وبا کا مفہوم چونکہ بھونچال کے مفہوم میں شامل ہے، کیونکہ وبا بھی ایک زلزلہ کی سی کیفیت پیدا کر دیتی ہے اس لئے Pestilence یعنی وبا کا لفظ چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں نے کہا، پہلے تو یہ بتائیں کہ اصل بائیبل کہاں ہے۔ دوسرے اگر وبا کا مفہوم زلزلے یا بھونچال میں شامل ہے، تو میرے بائیبل نویس نے کیوں اسے الگ لکھنا ضروری سمجھا۔ میرے پاس جو بائیبل تھی، وہ ۱۸۹۰ء سے پہلے کی چھپی ہوئی تھی۔ بات یہ تھی کہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو مسیحؑ کی بعثت ثانی کا مورد قرار دیا اور طاعون کو حضرت مسیح کی آمد ثانی کی بتائی ہوئی تین بڑی علامتوں میں سے اپنی صداقت کی شہادت کے طور پر پیش کیا اور حوالہ انجیل متی کا دیا، تو عیسائیوں سے اور تو کچھ بن نہ پڑا انہوں نے اس کے بعد چھپنے والی اناجیل کے نسخوں میں سے باب متی میں موجود ''وبا'' کا لفظ حذف کر دیا، لیکن لوقا کی انجیل میں ''وبا'' کا لفظ جوں کا توں رہنے دیا۔ میں اسے اسی قسم کے دلائل دے رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ اس کا دوسرا ساتھی جلد جلد ورق گردانی کر رہا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا۔ آپ لفظ Pestilence دیکھنا چاہتے ہیں، تو یہ دیکھیں! یہاں لکھا ہوا ہے۔ اور مجھے انجیل لوقا کے باب ۲۱ کی آیت نمبر ۱۱ دکھائی۔ میں نے کہا، صاحب، میں لفظ Pestilence انجیل لوقا میں نہیں بلکہ انجیل متی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہاں سے دکھائیں۔ دوسرے، اس سے آپ کے ساتھی کی یہ دلیل غلط ہو گئی کہ Pestilence یعنی وبا کا مفہوم بھونچال کے مفہوم میں شامل ہے۔ بس میرا یہ کہنا تھا کہ دونوں پادری اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے کسی اور کو بھی وقت دیا ہوا ہے اور اب جانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا، اچھا اپنا پتہ دے جائیں۔ باقی باتیں خط و کتابت کے ذریعے ہوں گی۔ کہنے لگے ہمارا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں۔ اس پر میں نے اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا کہ اچھا، کبھی فرانکفرٹ آنے کا اتفاق ہو تو مجھے اس پتہ پر آ کر ضرور ملیں۔

اس گفتگو کے دوران بہن بدرالنساء کے میاں برادرم مجید احمد صاحب بھی آ چکے تھے۔ وہ بہت محظوظ ہوئے اور کہنے لگے، اب یہ پادری دوبارہ نہیں آئیں گے اور فی الواقعہ وہ دوبارہ ان کے گھر نہیں آئے۔

عالمی نمائشِ کتب میں شمولیت

فرانکفرٹ میں ہر سال اکتوبر کے مہینہ میں کتابوں کی عالمی نمائش منعقد ہوتی ہے، جس میں دنیا کے اکثر ممالک کی بڑی بڑی کتابیں چھاپنے والی کمپنیاں اپنی کتب کی نمائش کرتی ہیں۔ عوام کو ان سے متعارف کرواتیں اور آرڈر بک کرتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ہماری اپنی کتب کے متعارف کرانے کا یہ ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۶ء میں جب اس عالمی میلہ کے اشتہارات آنے لگے، تو میں نے بھی اپنے اشاعتی ادارہ Verlag Der Islam کی طرف سے اس نمائش میں ایک سٹال لگانے کی درخواست دے دی۔ جس پر مشن کی اس وقت کی مالی حیثیت کے مطابق ہم نے سب سے کم قیمت والا سٹال کرائے پر لے لیا۔ ادھر مرکزی ادارہ اشاعت ''آر پیکو'' ربوہ کا نام بھی شامل کر لیا گیا اور اس طرح پر ہم اس شش روزہ نمائش میں اپنی کتب رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔ ظاہر ہے سٹال کو خوبصورت اور دلکش بنانے کے لئے بہت کچھ تیاری بھی کرنی پڑی اور یہ سب کچھ کیا گیا۔ پہلا تجربہ تھا بہت کچھ نقائص رہ گئے۔ پھر دوسری کمپنیوں کے سٹال دیکھ کر مزید تجربات حاصل ہوئے۔ جن سے اگلے سال فائدہ اٹھایا گیا۔ چنانچہ اگلا سال آنے پر تیاری کافی پہلے شروع کر دی گئی اور سٹال پہلے سے بڑا حاصل کیا گیا۔ اس بار یعنی ۱۹۶۷ء میں شہر کولون (Köln) میں قائم شدہ جرمنی کے نشریاتی ادارے ,Deutsche Welle نے میرا اُردو میں ایک انٹرویو لیا، جسے دوسرے دن نشر کیا۔ ہم تو خیر وہ نہ سن سکے، مگر اسی سال جب مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، امیر جماعت احمدیہ قادیان، یورپ کے دورے پر فرانکفرٹ تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے قادیان میں وہ انٹرویو سنا اور بہت حظ اٹھایا۔ اس وقت سے اب تک غالباً ہر سال ہی ہمارا مشن اس عالمی نمائش میں شرکت کرتا ہے جس سے کافی پبلسٹی و تبلیغ ہو جاتی ہے۔ پہلے سال جب ہم نے سٹال لگایا تو میں نے دیکھا کہ علاوہ پرائیویٹ اشاعتی اداروں کے بہت سے ممالک بھی اپنے ملکوں کی نمائندگی میں سٹال لگاتے ہیں اور اس طرح پر اپنے اپنے ملک کی بڑی بڑی کمپنیوں کی شائع کردہ کتب کی تشہیر کرتے ہیں۔ ان ممالک میں مجھے عرب ممالک کے سٹال بھی نظر آئے لیکن اسلام سے زیادہ اپنی ثقافت کی تشہیر کے لئے اور وہ بھی صرف عربی زبان میں۔ دوسری طرف مجھے مسیحی اشاعتی اداروں کے قطار در قطار سٹال نظر آئے جہاں دنیا کی ہر بڑی زبان میں مسیحیت پر کتب دستیاب تھیں۔ ان کے مقابلے میں ہمارا چھوٹا سا سٹال کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر اس وقت کسی اور دنیا کا کوئی انسان ہیلی کاپٹر یا کسی ذریعے اس نمائش گاہ میں اترے اور معلوم کرنا چاہے کہ ہماری دنیا میں کون کون سے مذہب پائے جاتے ہیں۔ تو سوائے میسحیت کے اسے کوئی اور مذہب دکھائی نہ دے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ بھولے سے ہمارے سٹال پر بھی آ جائے تو سمجھے گا کہ ایک چھوٹا سا مذہب اسلام بھی اس زمین پر موجود ہے۔

خاکسار سمجھتا ہے کہ اگر اس موقع سے کماحقہٗ فائدہ اٹھایا جائے تو کتب کے ذریعے بھی دنیا میں اسلام اور احمدیت کی اچھی نمائندگی ہو سکتی ہے۔

بقیہ۔ نئی نسل اور پرانی نسل

روزگار کے معاملات میں حصہ لیتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر دینی کاموں میں حصہ لیں۔ دینی کاموں کی برکت سے آپ کے دنیوی کام بھی ہوتے جائیں گے۔ اپنوں اور غیروں میں ہمیشہ بھلائی پھیلائیں۔ دیانت سچائی اور رواداری کو فروغ دیں۔ دل و جان سے جماعتی احکامات اور نظام جماعت کی اطاعت کریں۔ بہت جلد آپ اپنے آپ میں تبدیلی محسوس کرنے لگیں گے۔ اور سب سے زیادہ اور موثر کردار والدین کا ہو جن کے زیر اثر نسلیں پلتی اور بڑھتی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے اور اپنے بے شمار فضلوں کا وارث بنائے۔ (آمین)

Vol. 12 Monthly Akhbar-e-Ahmadiyya Germany Issue 13
National Shoba Tasneef, Ahmadiyya Muslim Jamaat, Genfer Str. 11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652, Fax:069-50688666, Email: akhbar3@yahoo.com

طنز و مزاح

”ڈکٹیٹر“ ،ایک معمّہ ساز

بعض تحریں جب بھی پڑھیں تازہ ہی معلوم ہوتی ہیں۔نہ معلوم یہ صاحبِ تحریر کا کمال ہے یا اُس تیسری دُنیا کا جس کا ذکر صاحبِ تحریر نے کیا ہے۔ مشتاق یوسفی جب لکھتے ہیں تو قلم کو بھی مذاق ہی کی سوجھتی ہے اور وہ رُکنے کا نام نہیں لیتا ۔مگر ہماری قینچی بھی جج کے ہتھوڑے سا کام کرتی ہے کہ بس!
چند سطورسے آپ بھی گزریں اور لطف لیں۔ (مرسلہ ن ن)

پیچھے مڑکر دیکھتا ہوں تو ذاتی، ادبی پیشہ وارانہ، سیاسی اور قومی اعتبار سے اس عشرۂ رائگاں میں زیادہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ سب کچھ کھوکر بھی کچھ نہ پایا۔ البتہ ملکوں ملکوں گھومنے اور وطن سے دور رہنے کا ایک بیّن فائدہ یہ دیکھا کہ وطن اور اہل وطن سے محبت نہ صرف بڑھ جاتی ہے بلکہ بے طلب اور غیر مشروط بھی ہوجاتی ہے۔

”سفر کردم بہر شہری دویدم
بہ لطف وحسنِ تو کس رَاندیم“

(مطلب یہ کہ میں نے ملکوں ملکوں شہروں گھوما۔ لیکن یہ تیرے لطف اور حُسن کا فیضان ہے کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا)

پاکستان کی افواہوں کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ سچ نکلتی ہیں۔ یہ عمل دس گیارہ سال تک جاری رہے تو حسّاس آدمی کی کیفیت سیسموگراف کی سی ہوجاتی ہے، جس کا کام ہی زلزلوں کے جھٹکے ریکارڈ کرنا اور ہمہ وقت لرزتے رہنا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہماری سیاست کا قوام ہی آتش فشاں لاوے سے اُٹھا ہے۔

”دن رات ہے اک زلزلہ تعمیر میں میری“

لیڈر خود غرض، علما مصلحت بیں، عوام خوف زدہ اور راضی برضائے حاکم، دانش ور خوشامدی اور ادارے کھوکھلے ہوجائیں (رہے ہم جیسے لوگ جو تجارت سے وابستہ ہیں تو کامل اس فرقۂ تجّار سے نکلا نہ کوئی) تو جمہوریت آہستہ آہستہ آمریّت کو راہ دیتی چلی جاتی ہے۔ پھر کوئی طالع آزما آمر ملک کو غضب ناک نگاہوں سے دیکھنے لگتا ہے۔ تیسری دُنیا کے کسی بھی ملک کے حالات پر نظر ڈالئے۔ ڈکٹیٹر خود نہیں آتا۔ لایا اور بُلایا جاتا ہے۔ اور جب آجاتا ہے تو قیامت اس کے ہم رکاب آتی ہے۔ پھر وہ روایتی اونٹوں کی طرح بدّوؤں کو خیمے سے نکال باہر کرتا ہے۔ باہر نکالے جانے کے بعد کھسیانے بدّو ایک دوسرے کا منہ نوچنے لگتے ہیں۔ پھر ایک نایاب بلکہ عنقا شے کی جستجو میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اپنے سے زیادہ غبی اور تابعدار اونٹ تلاش کر کے اسے دعوت دینے کے منصوبے بنانے لگتے ہیں تا کہ اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر اپنے خیمے میں رہ سکیں۔ اور آقائے سابق الانعام یعنی پچھلے اونٹ پر تبرّا بھیج سکیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ڈکٹیٹر سے زیادہ مخلص اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس معنی میں کہ وہ خلوصِ دل سے یہ سمجھتا ہے کہ ملک و مِلّت سے جس طرح ٹوٹ کر وہ محبت کرتا ہے اور جیسی اور جتنی خدمت وہ تن تنہا کرسکتا ہے، وہ پوری قوم کے بُوتے کا کام نہیں۔ وہ سچ مچ محسوس کرتا ہے کہ اس کے جِگر میں سارے جہاں کا درد ہی نہیں، درماں بھی ہے۔ نیز اسی کی ذاتِ واحد خلاصہ کائنات اور بلا شرکتِ غیرے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ لہذا اس کا ہر فرمان بمنزلہ صحیفۂ سماوی ہے۔

”آتے ہیں غیب سے یہ فرامیں خیال میں“

اس میں شک نہیں کہ اس کے پاس اِن لامسائل (Non-issues) اور فرضی قضیوں کا نہایت اطمینان بخش حل ہوتا ہے جو وہ خود اپنی جودتِ طبع سے کھڑے کرتا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اخباری معمّے (کراس ورڈ) بنانے والوں کی طرح وہ بہت سے حل اکٹھے کرلیتا ہے اور پھر اپنے ذہنِ معمّہ ساز کی مدد سے ان سے آڑھے ترچھے مسائل گھڑتا چلا جاتا ہے۔

(آبِ گم، مصنفہ مشتاق یوسفی، صفحہ 14-15)

بقیہ دیوارِ برلن

کہ 1732ء میں فریڈرک ولیم نے بوسنین سپاہیوں کے لیے ایک مسجد تعمیر کی۔ بعد میں 1924ء میں احمدیہ مسلم جماعت (غیر مبائعین) نے ایک مسجد تعمیر کی جسکا افتتاح مولوی صدرالدین صاحب نے کیا۔ یہ بھی ذکر تھا کہ اس وقت برلن میں دو لاکھ سے زائد مسلمان بستے ہیں۔ اس Story of Berlin میں برلن کی ساری تاریخ شروع سے اب تک تحریر کی گئی ہے۔ جہاں اس تاریخ میں برلن اور جرمنی کی تعمیر و ترقی کا ذکر ہے وہاں یہ تاریخ جنگوں اور ظلم و ستم سے بھی داغدار ہے اور بار بار یہی کہتی ہے کہ انسان کتنا ہی ترقی کر جائے اُسکے اندر کا شیطان اُسے ضرور بار بار بہکاتا ہے اور انسان ہر دفعہ یہی کہتا ہے کہ ”نہیں اب میں ترقی یافتہ اور مہذب ہوں“۔ مگر پھر یہی تکبرّ اسکو گمراہ کر دیتا ہے۔ ایسی نمائشوں کا فائدہ تو ضرور ہے بشرطیکہ انسان ماضی سے کچھ سبق سیکھے

”اے شہر خردوالو ماضی پہ نظر ڈالو“

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے رویاء و کشوف

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ان مقدس اور برگزیدہ انسانوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف عطا ہوتا ہے اور کشف والہام کے دروازے کھلتے ہیں۔ چناچہ آپ کے چند رویاء و کشوف اور الہامات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

رویاء و کشوف

فرمایا ایک دفعہ میں نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو خواب یا کشف میں دیکھا۔ میں نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اور آپ کی فضیلت کا مسئلہ دنیا میں پیچ دار ہورہا ہے اس کا اصل کیا ہے؟ فرمایا: انسان کی فضیلت موقوف ہے اس تعلق پر جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے ہے (اور) دلوں کے حالات کو علیم بذات الصدور کے سوا کون جان سکتا ہے؟۔

ایک دفعہ آپ کو رویاء میں لا الـــــہ الا اللہ کے یہ معنے سمجھائے گئے۔ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی حیثیت مستقل نہیں۔

فرمایا: میں نے ایک بار ملک کو دیکھا ہے وہ انسان کی شکل میں متشکل تھا۔ قرآن مجید میں ہاروت ماروت کا نام بھی ہے۔ جس کو میں نے دیکھا ہے۔ اس کا نام محی الدین تھا۔

فرمایا: مجھے ایک دفعہ خواب آیا کہ آدھ پیالہ دودھ کا ہے اور میرے ایک دوست نے جو مجھ سے ناراض تھے، اسے پی لیا۔ میں بخاری شریف پڑھایا کرتا تھا۔ نصف باقی تھا کہ وہ ایک روز آئے بعض باتیں جو پسند آئیں تو بے اختیار کہ اٹھے کہ اب میں بھی پڑھوں گا۔ چناچہ باقی نصف بخاری انہوں نے مجھ سے پڑھی۔

فرمایا: ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مولوی عبدالقدوس صاحب کی گود میں پانچ خوبصورت لڑکے ہیں جو میں نے اچک لئے ہیں۔ میں نے پوچھا تمھارا نام کیا ہے تو وہ بولے کھیعص۔

فرمایا: میں نے مابعد الموت لوگوں سے ملاقات کی ہے اور ان سے جہنم و جنت کے حالات کی نسبت سوال کیا ہے۔ پھر میں نے ایک اور نظارہ دیکھا۔ ”اک شخص بہشت میں ہے جو فی غرفات امنون ہے“ الخ۔

ایک دفعہ فرمایا: ابھی میں نے دیکھا ہے کہ اسی مقام پر کسی پرند کا مزے دار شوربہ کھایا ہے اور اس کی باریک باریک ہڈیاں پھینک دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اسی وقت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کچھ پرند شکار کر کے لائے جو حضور کی خدمت میں پیش کئے گئے۔

فرمایا: جب روح جسم خاکی سے علیحدہ ہوتی ہے تو وہ اپنے ساتھ ایک نیا جسم لے کر نکلتی ہے۔ جو ہر ہر عضو سے نکلتا ہے۔ میں نے ایسے جسم خود دیکھے ہیں۔ ایک شخص جو اس وقت زندہ موجود ہے اس کو میں نے دیکھا اس کا جسم خنزیر کا ہے۔ ایک ہی وقت میں اس کا ظاہر جسم اور خنزیر والا جسم اپنے چار پیروں پر چلتا دیکھا ہے۔

فرمایا: خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اگر کہیں جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا۔ اور میں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا۔

فرمایا: بعض اوقات لوگوں کے دل میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں کہ ان کے لئے دُعا کر۔

خواب میں دیکھا کہ جلسہ میں لیکچر ہو رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں۔ آئندہ نوجوانوں کے لیکچر اچھے ہوں گے۔

فرمایا: صاحب نسبت جو لوگ ہوتے ہیں ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ میں نے کبھی توجہ نہیں کی باوجود اس کے میں نے بھی مُردوں سے باتیں کی ہیں۔

فرمایا: بڑائی، شیخی اور فخر کے لئے نہیں تحدیث نعمت کے لئے کہتا ہوں کہ میں نے خود ایسے فرشتوں کو دیکھا ہے اور انہوں نے ایسی مدد کی ہے کہ عقل، فکر و وہم میں نہیں آسکتی۔ اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ دیکھو ہم کس طرح اس معاملہ میں تمھاری مدد کرتے ہیں۔

فرمایا مجھ کو خدا تعالیٰ نے عالم رویاء میں یہاں ایک شخص دکھایا کہ یہ فری میسنوں کی طرف سے خاص طور پر یہاں رہتا ہے۔

فرمایا: میں نے حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ غلام علی صاحب اور صحابہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک عالم میں خود دیکھا ہے۔

فرمایا: مجھ کو حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الا خر ة حسنة و قنا عذاب النار بہت پڑھا کرو۔

فرمایا: میں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پر اس طرح اُٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں پھر میرے کان میں کہا کہ تو ہم کو محبوب ہے۔

فرمایا: میں اپنی جان و دل سے شہادت دیتا ہوں کہ اپنی آنکھ سے فرشتوں کو دیکھا ہے.... ان کی محبت و احسان کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے کانوں سے انہیں یہ کہتے سنا نحن اولیاء کم فی الحیو ة الدنیا۔

۴ فروری ۱۹۱۴ء کو فرمایا: سورۃ (نجم) کا ابتداء بلکہ دور تک خود اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پڑھایا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۵۹۴ تا ۵۹۶)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆